پاکستان کی سالمیّت اِسلام سے وابستہ ہے

جناب حافظ محمد ادریس صاحب

پاکستان دنیائے اسلام میں واحد ملک ہے جو نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ اس کی تخلیق سے قبل برصغیر کے ہر بچے بوڑھے کی زبان سے یہ نعرہ سنا جاتا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ اگر یہ ملک صحیح معنوں میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے رنگ میں رنگ جاتا تو آج اکتالیس سال گزرنے کے بعد دنیا میں اس کا ایک مقام ہوتا۔ اسلامی ممالک کی قیادت بلا اختلاف اس کے ہاتھ میں ہوتی اور اسلام دشمن قوتیں اس سے خوف محسوس کرتیں۔ مگر واحسرتا! آزادی کے بعد ہمارے حکمرانوں اور پالیسی سازوں نے اس ملک میں اسلامی نظام کا راستہ پوری قوت سے روکا اور آزادی سے قبل کے تمام اعلانات کی من مانی تشریح کی۔ اسے منافقت اور دورنگی کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے؟

اس منافقت کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان اندرونی و بیرونی فتنوں کی آماجگاہ بن کر رہ گیا۔ دشمنوں نے سازشوں کے جال پھیلائے اور اس گھر کے بھیدیوں نے ان سازشوں کو عملی جامہ پہنایا۔ گھر کو گھر کے چراغ سے آگ لگنے کا منظر کتنا دلدوز اور اندوہناک تھا۔ اسلام جو ہمیں ایک قوت عطا کرتا ہے فراموش کر دیا گیا۔ قرآن نے جس اخوت کا درس دیا تھا اسے درخور اعتنا نہ سمجھا گیا۔ قومیت کا بت گھڑا گیا اور اس کے استھان پر ہزاروں قیمتی اور بے گناہ جانوں کی بھینٹ چڑھائی گئی۔ بنگلہ دیش کی صورت میں ایک بازو کٹ گیا اور اندرا گاندھی کو یہ جرأت ہوئی کہ اس نے آگاش وانی سے یہ ہرزہ سرائی کی "دو قومی نظریے کو ہم نے خلیج بنگالہ میں غرق کر دیا ہے"۔

ہماری بدقسمتی ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول کی بغاوت سے باز نہ آئے۔ ہمارے شب و روز میں اصلاح کی بجائے مزید فساد پھیلتا چلا گیا۔

اصولی طور پر جب ہم نے اسلامی اخوت کی بنیاد پر اپنی ملی زندگی کو استوار کرنے سے انکار کر دیا تو ہمارے ملک کا وجود اور اس کی بقا مشکوک ہو کر رہ گئی۔ ہندوستان کی تقسیم محض اس وجہ سے ہوئی تھی کہ ہم ایک اسلامی ملت ہیں، ہمارا اپنا نظامِ زندگی ہے جس کی حدیں قرآن و سنت میں بیان کر دی گئی ہیں اب اگر ہم اس اصول سے انحراف کرتے ہیں تو ہمارے وجود کا کیا اخلاقی و منطقی جواز باقی رہ جاتا ہے؟ اسلامی اخوت کی غیر موجودگی میں ہمارے مخالفین نے ہمیں تر نوالہ جانا۔ وہ ہم پر ہر جانب سے جھپٹے۔

اسلامی اخوت کی غیر موجودگی میں ہماری ملی زندگی میں ایک خلا واقع ہو چکا تھا۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لیے بنگالی قومیت نے سب سے پہلے یلغار کی۔ مرض کا بروقت علاج کیا جاتا تو شاید اس کے جراثیم پورے جسم میں نہ پھیلتے مگر اربابِ حل و عقد کو اپنی رنگ رلیوں سے کہاں فرصت تھی کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ اس موضوع پر سوچتے؟ یہ مرض جب لاعلاج ہوا تو ایک عضوِ جسم کٹ گیا۔ اسے کاٹا بھی کسی ڈاکٹر کے نشتر نے نہ تھا بلکہ ڈاکو کے خنجر نے یہ کام سرانجام دیا۔ بھٹو ادھر ہم ادھر تم کا نعرہ لگا کر ہر قیمت پر وزیراعظم بننا چاہتے تھے۔ مجیب بنگلہ دیش کے بابائے قوم بننے کا تہیہ کیے ہوئے تھے اور اندرا گاندھی صدیوں کی شکست کا بدلہ چکانے کے لیے میدان میں آ چکی تھی۔ یحییٰ خان محمد شاہ رنگیلا کا روپ دھارے لہو و لعب کے سوا سب کچھ بھول چکا تھا۔ یوں ہر ایک نے اپنی مراد پائی اور اول الذکر تینوں کردار فاتح بن کر میدان سے نکلے۔ ایسی جنگ بھی تاریخ نے کبھی نہ دیکھی تھی جس میں ہر حریف کو فتح مل جائے۔ شکست بے چارے پاکستان کے مقدر میں آئی۔

آپ خطرے سے آنکھیں بند کر کے سب اچھا کا ورد کرتے رہیں گے تو بھلا اس سے خطرہ ٹل جائے گا؟ "تالیاں بجاؤ موئے بھاگ جائیں گے" کا نسخہ تاریخ میں کبھی کارگر ثابت نہیں ہوا۔ ایک بازو کٹوانے کے بعد بھی جب ہم نے ہوش نہ سنبھالا تو سندھی قومیت، بلوچ قومیت، پختون قومیت، پنجابی قومیت اور اب نیا نعرہ مہاجر قومیت کی صورت میں باقی ماندہ جسم کا مثلہ کرنے کے لیے بے چین ہیں۔ پھر جب یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو کہیں رکتا نہیں بلکہ تقسیم در تقسیم کا عمل جاری رہتا ہے۔ سرائیکی، پوٹھوہاری ہندکو، ریاستی غرض بہت سی پگڈنڈیاں نکلتی ہیں۔ اندرون سندھ میں پنجابی اور پختون کے خلاف فضا

تیار کی گئی اور ان کی زمینوں پر قبضہ کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ مار دھاڑ، قتل و غارت، آتش زنی اور لوٹ کھسوٹ کی وبا پھیلی تو خود سندھی سندھ کے اندر اس کا نشانہ بننے لگے۔ میرے ایک نہایت ثقہ سندھی دوست نے مجھے بتایا کہ اس کی اپنے ضلع لاڑکانہ میں جتنی زمین ہے اس میں دھان کی فصل تو بہت اچھی ہوتی ہے مگر اس کے علاوہ کوئی دوسری فصل اچھی پیداوار نہیں دیتی۔ دو سال پہلے اس نے ضلع نواب شاہ میں کچھ زمین ٹھیکے پر لی اور اس میں کپاس، گنا، اور گندم کاشت کی۔ ایک آدھ فصل اٹھانے کے بعد مقامی آبادی کے کچھ لوگوں نے اس کے خلاف سخت زہریلا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ شرپسند عناصر نے کھڑی فصلوں کو نقصان پہنچایا اور بعض کھیتوں کو آگ بھی لگا دی۔ اس سارے ڈرامے میں قابلِ غور اور قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ نفرت کی جو دیواریں غیر سندھیوں کے خلاف چنی گئی تھیں اب وہی دیواریں سندھی آبادی کی مزید تقسیم و تفریق کا باعث بننے لگیں۔ اب اس نفرت کی بنیاد بالائی سندھ اور زیریں سندھ کو بنایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قومیت کے نام پر جو شعلے بھڑکائے گئے تھے اور قومیت پرستوں نے جن کے بارے میں یہ گمان کیا تھا کہ ان کا رُخ سندھی بمقابلہ غیر سندھی ہوگا۔ اب یہ آگ پھیل کر خود سندھی آبادی کے درمیان عداوت اور منافرت کا سبب بن گئی ہے۔

سندھ، بلوچستان اور سرحد میں علاقائی اور نسلی نعرے دیر سے لگ رہے تھے مگر حال ہی میں پنجاب میں بھی ان کی بازگشت سننے میں آرہی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ابھی پنجاب میں یہ نعرے نچلے سروں میں اور اکا دکا مقامات پر سنائی دیتے ہیں مگر آگے چل کر ان میں تیزی بھی آسکتی ہے۔

پنجاب کا خطہ روایتی طور پہ سالمیت پاکستان کا علمبردار رہا ہے مگر اسے مسلسل گالیاں دے کر اشتعال دلانے کی بارہا کوشش ہوئی۔ میرے نزدیک جی ایم سید اور اس کے حواری پنجاب کو اس سوچی سمجھی سازش کے تحت مطعون کرتے رہے ہیں کہ ان کے جواب میں کوئی پنجابی بھی اسی لب ولہجے میں سرزمین سندھ اور اہلِ سندھ کا ذکر کرے اور پھر خوب تالی بجے۔ موجودہ وفاقی وزیر تعلیم غلام مصطفیٰ شاہ کی وہ مغلظات جن کا ان دنوں بہت شہرہ ہے بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اگر پنجاب سے کسی نے غلام مصطفیٰ شاہ کی طرح سندھ کے خلاف ہرزہ سرائی کی حماقت کی تو اس سے وطن عزیز کو فائدہ پہنچنے کی بجائے نقصان ہوگا۔ غلام مصطفیٰ جیسے نام نہاد سکالروں کا جن کی شناخت ان کی یاوہ گوئی اور علاقائی منافرت پھیلانا ہے جواب تو دیا جانا چاہیئے مگر وہ جواب پنجاب بنام سندھ نہیں ہونا چاہیئے۔

پنجاب میں حنیف رامے صاحب بھی پنجاب کا مقدمہ لڑ کر علاقائی عصبیت کی تجارت چمکانا چاہتے تھے مگر انہیں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اگر پنجاب بھی پاکستان کی سالمیت کا نعرہ چھوڑ کر علاقائی عصبیت میں مبتلا ہو گیا تو پھر اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔ پیپلز پارٹی نے پنجاب کے اس قومی اور ملی تشخص کو داغدار کرنے کے لیے ایک خاص منصوبہ بندی کی ہے۔ پنجاب میں بولی جانے والی مختلف بولیوں کی بنیاد پر وہ پنجاب کے اندر تفرقہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ پیپلز پارٹی کے کرتا دھرتا یہ سمجھتے ہیں کہ پنجابی بالآخر جھنجلا کر اپنے ردعمل کا اظہار کرے گا۔ پنجاب اس وقت ایک بہت بڑی آزمائش سے دوچار ہے۔ غلام مصطفیٰ شاہ جیسے چند لوگوں کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو سندھ کے باسی اتنے خوش اخلاق، بامروت مہمان نواز اور مخلص ہیں کہ ان سے جہاں کہیں ملاقات ہو باہمی تبادلہ خیالات میں اگر وہ کسی بات سے اختلاف بھی کریں تو نہایت شائستہ انداز میں اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔ سندھ باب الاسلام ہے۔ صوفیائے کرام اور مجاہدین کی سرزمین ہے۔ پنجاب کو اگر کوئی ناہنجار گالی دیتا ہے تو دیتا رہے جواب میں کوئی سنجیدہ پنجابی سندھ کو کبھی گالی نہیں دے گا۔

سندھ کے اندر سندھی اور مہاجر کشمکش بھی از حد تشویش ناک ہے۔ اس کشمکش میں دونوں جانب معصوم جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ عام لوگ اس قتل و خون سے سخت نالاں ہیں مگر چند شرپسند یہ سارا کھیل کھیل رہے ہیں۔ شرپسندوں کو کھیل کھیلنے کا موقع اسی وقت ملتا ہے جب حالات ان کے لیے سازگار ہوں یہ حالات محض اس وجہ سے شرپسندوں کے لیے سازگار ہوئے کہ ہم نے پاکستان کو ایک اسلامی ریاست نہ بنایا۔

پاکستان ایک نظریے کی بنیاد پر وجود میں آنے کے باوجود آج مختلف قومیتوں کے جزیروں میں بٹا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ صورت حال ہر محب وطن شہری کے لیے خواہ اس کا تعلق پنجاب سے ہو یا سرحد سے بلوچستان سے ہو یا سندھ سے وہ آزادی سے پہلے اس خطے میں قیام پذیر ہو یا آزادی کے بعد بھارت سے ہجرت کر کے آیا ہو از حد تکلیف دہ ہے۔

مجھے اگست کے آخری عشرے میں اسلامی جمعیت وکلا صوبہ پنجاب کے ایک تربیتی کیمپ میں خانس پور (صوبہ سرحد) میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک رات عشاء کی نماز اور کھانے کے بعد جبکہ تربیتی کیمپ کے اکثر شرکاء سونے کی تیاری کر رہے تھے میں تربیتی کیمپ کے باہر سڑک پر ٹہل رہا تھا۔

ذہن میں یہی سوال کانٹا بن کر چُبھ رہا تھا کہ پاکستان کے باسی کیوں نفرت کے الاؤ جلا رہے ہیں ؟ ان کے رب غفور نے انہیں کتنا اچھا وطن دیا ہے جس میں ہر نعمت کی فراوانی ہے ! یہ شکر کیوں نہیں کرتے ؟ کیا کفرانِ نعمت کا یہ روّیہ اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے ؟ یہ کیسے آپس میں شیر و شکر ہو سکتے ہیں ؟ سوالات کا لامتناہی سلسلہ ذہن کے سمندر میں جوار بھاٹا بن کر لہریں اٹھا رہا تھا۔ اچانک قریب ہی کسی پہاڑی کی چوٹی سے کسی نوعمر لڑکے کی سریلی آواز گونجی ۔ وہ مولانا حالی کے اشعار سوز و گداز کے ساتھ پڑھ رہا تھا ۔ بچپن سے بار ہا یہ اشعار پڑھے اور سنے تھے مگر اس رات خاموش فضا میں ان اشعار سے ایک عجیب کیفیت دل پر طاری ہوئی ۔ مجھے محسوس ہوا کہ ذہن میں اُٹھنے والے تلاطم خیز سوالوں کا جواب مولانا حالی کے ان اشعار میں پنہاں ہے ۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حِرا سے سُوئے قوم آیا
اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مِس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا پلٹ دی بس اِک آن میں اُس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

مسدس حالی کئی مرتبہ پڑھی تھی اور مسدس کا یہ حصہ تو مختلف لوگوں کی زبان سے کبھی تحت اللفظ کبھی ترنم کے ساتھ بارہا سنا تھا مگر اس شب جو لطف آیا وہ اس سے قبل کبھی نہ آیا تھا ۔ پڑھنے والا دیر تک پڑھتا رہا اور میں سنتا رہا ۔

آپ بھی غور کیجئے ہمارے یہاں جتنے مفاسد پائے جاتے ہیں کیا اس کی بنیادی وجہ یہی نہیں کہ ہم حرا سے نسخہ کیمیا لانے والے کے دامن سے اپنی وابستگی کھو چکے ہیں۔ اس نے جنگ میں ملوث اور خون ریزی کے رسیا قبائل کو باہم شیر و شکر کر دیا تھا۔ اس نے ایک کلمے کی بنیاد پر ساری عصبیتوں کے بت پاش پاش کر کے اسلامی اخوت کا بہترین اصول قائم کیا تھا۔ آج بھی ہم بھائی بھائی بن سکتے ہیں تو محض اس بنیاد پہ کہ ہم سب نبیؐ رحمت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم تھام لیں۔

آج ہمارا بیڑا منجدھار میں ہچکولے کھا رہا ہے۔ ساحل دور ہے اور موجیں منہ زور، باد مخالف ہے اور چپو شکستہ۔ اس موج بلا سے نکلنے کا راستہ موجود ہے مگر ہم ہی کوتاہ بین اور کم سواد ہیں کہ اپنی تباہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ ہوا کا رخ اِدھر سے اُدھر بدل سکتا ہے۔ یہ تاریخ میں بارہا بدلا ہے یہ کوئی دلوانے کی بڑ نہیں بلکہ تاریخ نے اس کی صداقت پر بارہا مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ غریبوں کی مرادیں بر آنے کی محض ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ رحمت اللعالمین کے دامن رحمت میں پناہ لی جائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حالی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے اور خانس پور کی پہاڑی سے اشعارِ حالی سوزِ دل اور گداز دروں سے پڑھنے والے نوجوان کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ مجھے مایوسیوں کے اندھیروں کے درمیان روشنی کی کرن نظر آتی ہے۔ یہ ملک امن کا گہوارہ بنے گا۔ یہ وہی وطن ہے جہاں سے میر عرب کو ٹھنڈی ہوا آئی تھی۔

؎ میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے۔